سورۃ التین

آیاتھا ۸ — ۹۵ سورۃ التین مکیۃ ۲۸ — رکوعھا ۱

اکثر علماء کے نزدیک یہ سورت مکی ہے۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: یہ مدنی ہے۔ اس کی آٹھ آیات ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾

''قسم ہے انجیر اور زیتون کی''۔

اس میں تین مسائل ہیں:

تین اور زیتون سے کیا مراد ہے؟

مسئلہ نمبر 1۔ وَ التِّیۡنِ وَ الزَّیۡتُوۡنِ ﴿۱﴾ حضرت ابن عباس، حضرت حسن بصری، مجاہد، ابراہیم نخعی، عطا بن ابی رباح، جابر بن زید، مقاتل اور کلبی نے کہا: اس سے مراد وہ انجیر ہے جسے تم کھاتے ہو اور تمہارا وہ زیتون ہے جس سے تم تیل نچوڑتے ہو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَ شَجَرَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّہۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ ﴿۲۰﴾ (المومن) نیز پیدا کیا ایک درخت طور سینا میں وہ اگتا ہے تیل لیے ہوئے اور سالن لیے ہوئے کھانے والوں کے لیے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں انجیر کی ٹوکری پیش کی گئی فرمایا: ''کھاؤ'' اور خود بھی اس سے کھایا پھر فرمایا: ''اگر میں کہتا کوئی پھل جنت سے اترا ہے تو میں اسے ہی کہتا کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوں گے، اسے کھاؤ یہ بواسیر کو ختم کرتا ہے اور جوڑوں کے درد کے لیے نفع مند ہے''(1)۔

حضرت معاذ سے مروی ہے کہ انہوں نے زیتون کی تر شاخ سے مسواک کیا اور کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''زیتون کا مسواک کتنا اچھا مسواک ہے، یہ مبارک درخت ہے، یہ منہ کو پاکیزہ بناتا ہے، یہ دانتوں کے میل کو دور کر دیتا ہے، یہ میرا اور مجھ سے قبل انبیاء کا مسواک ہے''(2)۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے: تین سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد ہے جو جودی پہاڑ پر بنائی گئی اور زیتون سے مراد بیت المقدس کی مسجد ہے۔ ضحاک نے کہا: تین مسجد حرام ہے اور زیتون مسجد اقصیٰ ہے۔ ابن زید نے کہا: تین دمشق کی مسجد ہے اور زیتون بیت المقدس کی مسجد ہے۔ قتادہ نے کہا: تین وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق کا شہر ہے اور زیتون وہ پہاڑ ہے جس پر بیت المقدس ہے۔ محمد بن کعب نے کہا: تین اصحاب کہف کی مسجد ہے اور زیتون ایلیاء کی مسجد ہے۔ کعب الاحبار، قتادہ،

1۔ الکشاف، جلد 4، صفحہ 268

2۔ ایضاً

عکرمہ اور ابن زید نے کہا: تین دمشق کی مسجد ہے اور زیتون بیت المقدس کی مسجد ہے؛ یہ طبری کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔ فراء نے کہا: میں نے ایک شامی کو کہتے ہوئے سنا: تین سے مراد وہ پہاڑ ہے جو حلوان سے ہمدان کے درمیان ہے۔ زیتون سے مراد شام کے پہاڑ ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دونوں شام کے پہاڑ ہیں۔ جن کو طور زتینا اور طور تینا کہتے ہیں ان دونوں کو یہ نام دیا گیا کیونکہ یہ دونوں پہاڑ ان دونوں کو اگاتے ہیں؛ ابو مکین نے عکرمہ سے یہی روایت نقل کی ہے کہا: تین اور زیتون شام کے دو پہاڑ ہیں۔ نابغہ نے کہا: اتین التین عن عرض وہ تین میں ایک جانب سے آئیں۔ تین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مضاف حذف ہو تقدیر کلام یہ ہے منابت التین و الزیتون۔ لیکن قرآن حکیم کے الفاظ سے اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ اس کے قول میں کوئی دلیل ہے جو اس کے خلاف کو جائز نہیں گردانتا؛ یہ نحاس کا قول ہے۔

تین کے ساتھ قسم اٹھانے کی وجہ

مسئلہ نمبر 2۔ ان اقوال میں سے صحیح پہلا قول ہے کیونکہ یہی حقیقت ہے حقیقت سے مجاز کی طرف بغیر دلیل کے نہیں پھرا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے تین کی قسم اٹھائی کیونکہ وہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کا پردہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (الاعراف:22) چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔

وہ انجیر کا پتہ تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم اٹھائی تا کہ اس میں موجود بڑے احسان کی وضاحت کرے کیونکہ اس کا منظر بڑا خوبصورت ہے، عمدہ خوشبو والا، اس کا توڑنا آسان اور چبانے کے قابل ہے۔ اس کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

انظر الی التین فی الغصون ضُحًی　　ممزق الجِلد مائل العُنُقِ
کأنه ربّ نِعمةٍ سُلِبت　　نعاد بعد الجدید فی الخَلَقِ
أصغر مافی النهود آکبره　　لَکِنْ یُنَادٰی علیه فی الطُّرقِ

چاشت کے وقت ٹہنیوں میں انجیر کی طرف دیکھو اس کی جلد پھٹی ہوئی ہے اور گردن جھکی ہوئی ہے گویا وہ ایسی نعمت والا ہے جس کو سلب کر لیا گیا ہے پس وہ مخلوق میں جدت کے ساتھ لوٹ آیا، جسامت میں جو سب سے چھوٹا ہے وہ قدر و منزلت میں سب سے بڑا ہے لیکن راستے میں اس پر ندا دی جاتی ہے۔ ایک اور شاعر نے کہا:

التین یعتدِل عندی کل فاکهة　　إذا أنثنی مائلا فی غصنه الزاهی
مُغَضَّن الوجه قد سالت حلاوته　　کأنه راکع مِن خشیة اللهِ

میرے نزدیک انجیر ہر پھل کے ہم پلہ ہے جب وہ چمکدار ٹہنی میں جھکتے ہوئے دہرا ہو جاتا ہے اس کے چہرے پر نشانات ہیں میں نے اس کی حلاوت کا پوچھا گویا وہ اللہ کے ڈر سے رکوع میں ہے۔

زیتون کی قسم اٹھائی کیونکہ اس کے ساتھ حضرت ابراہیم کی مثال بیان کی گئی ہے۔

یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ (النور:35) اسے زیتون کے مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے۔ یہ شام اور

مغرب کے اکثر لوگوں کا سالن ہے۔ اس کو بطور سالن استعمال کرتے ہیں اور سالن میں اسے استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ چراغ جلاتے ہیں پیٹ کی بیماریوں اور زخموں کا اس کے ساتھ علاج کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ منافع ہیں۔ رسول الله ﷺ نے ارشاد فرمایا: کلوا الزیت وادھنوا بہ فانہ من شجرۃ مبارکۃ اس کا تیل کھاؤ اس سے تیل لگاؤ بے شک یہ مبارک درخت سے ہے۔ اس کے بارے میں گفتگو سورۃ المومنون میں گزر چکی ہے۔

انجیر میں زکوٰۃ کے لازم ہونے کے بارے میں اختلاف

مسئلہ نمبر 3۔ ابن عربی نے کہا: ہم نے اس (انجیر) میں زکوٰۃ (عشر) کو واجب کیا ہے کیونکہ اس میں الله تعالیٰ نے احسان جتلایا ہے اور اس احسان کو عظیم قرار دیا ہے، ساتھ ہی یہ خوراک ہے جو ذخیرہ کی جاسکتی ہے۔ بہت سے علماء نے اس میں عشر لازم کرنے سے انحراف کیا ہے وہ اصل میں والیوں کے ظلم سے بچنا چاہتے تھے کیونکہ وہ زکوٰۃ کے اموال میں ظلم کرتے ہیں وہ اسے چٹی کے طور پر وصول کرتے ہیں جس کے بارے میں صادق امین ﷺ نے خبردار کیا ہے۔ علماء نے اسے ناپسند کیا کہ وہ ایک اور مال تک ان کے لیے راہ بنادیں جس میں وہ ظلم وستم کریں لیکن بندے کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے انعام پر حق ادا کر کے گناہ سے بچے۔ امام شافعی نے اس علت یا کسی اور وجہ سے یہ ارشاد فرمایا: زیتون میں کوئی زکوٰۃ (عشر) نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ دونوں میں زکوٰۃ (عشر) ہے۔

وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲

''اور قسم ہے طور سینا کی''۔

ابن ابی نجیح نے مجاہد سے طُوْر کے بارے میں یہ قول نقل کیا ہے کہ طور ایک پہاڑ ہے۔ اور سِيْنِيْنَ سریانی زبان میں مبارک کو کہتے ہیں۔ عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ طور پہاڑ ہے اور سِيْنِيْنَ کا معنی ہے خوبصورت۔ قتادہ نے کہا: سِيْنِيْنَ سے مراد مبارک خوبصورت ہے۔ عکرمہ نے کہا: اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں الله تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا کی تھی۔ مقاتل اور کلبی نے کہا: سِيْنِيْنَ ہر اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس میں پھل دار درخت ہو۔ یہ نبطؔ کی لغت میں سِيْنِيْنَ اور سیناء ہے۔ عمرو بن میمون نے کہا: میں نے مکہ مکرمہ میں حضرت عمر بن خطاب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ آپ نے اس سورت کی تلاوت کی اور طود سیناء پڑھا کہا: حضرت عبدالله کی قراءت میں یہ اسی طرح ہے بیت الله شریف کی تعظیم کے لیے اپنی آواز کو بلند کیا۔ دوسری رکعت میں سورۃ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ اور لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ پڑھیں دونوں کو جمع کیا: اسے ابن انباری نے ذکر کیا۔ نحاس نے کہا: عبدالله کی قراءت میں سِيناء ہے۔ اور عمرو بن میمون کی حدیث میں سَيناء ہے۔ ابو علی نے کہا: سِيْنِيْنَ فعليل کا وزن ہے لام مکرر ہے جو اس کلمہ میں نون ہے جس طرح زحلیل میں حرف مکرر ہے ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں قدم جمانا ممکن نہ ہو۔ کدیدۃ کھجور کا ایک ڈھیر خندید طویل کو کہتے ہیں سِيْنِيْنَ بھی منصرف نہیں جس طرح سیناء منصرف نہیں کیونکہ یہ بقعہ یا ارض کا نام ہے اگر اسے مکان، منزل کا نام مانا جائے یا یہ مذکر کا اسم ہو تو یہ منصرف ہوتا ہے، کیونکہ مذکر اسم کو مذکر کا نام دیا گیا ہے۔ اس پہاڑ کی قسم اٹھائی گئی ہے کیونکہ یہ شام اور ارض مقدسہ میں

ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں میں برکت رکھ دی ہے جس طرح فرمایا: اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (الاسراء:1) مسجد اقصیٰ تک جس کے ماحول کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے۔

وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۙ

''اور اس امن والے شہر (مکہ مکرمہ) کی''۔

اس سے مراد مکہ ہے اسے امین نام دیا کیونکہ وہ امن دینے والا ہے جس طرح ارشاد فرمایا: اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا (العنکبوت:67) ہم نے حرم کو امن والا بنا دیا، امین، آمِن کے معنی میں ہے؛ یہ فراء کا قول ہے شاعر نے کہا:

أَلَمْ تَعْلَمِي يَا أَسْمُ وَيْحَكِ أَنَّنِي حَلَفْتُ يَمِينًا لَا أَخُونُ أَمِينِي

اے اسماء! تو نہیں جانتی تجھ پر افسوس میں نے قسم اٹھائی ہے میں اپنی قسم میں خیانت نہیں کرتا۔

یہاں امین، آمن کے معنی میں ہے اس سے اس نے استدلال کیا ہے جو یہ قول کرتا ہے کہ تین سے مراد دمشق ہے، زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دمشق کے پہاڑ کی قسم اٹھائی کیونکہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کی جگہ ہے اور بیت المقدس کی قسم اٹھائی کیونکہ وہ انبیاء کا مقام ہے اور مکہ مکرمہ کی قسم اٹھائی کیونکہ یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آثار ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۟ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ

''بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (عقل و شکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو پست ترین حالت کی طرف''۔

اس میں دو مسئلے ہیں:

انسان سے مراد اور انسان کا حسن و جمال

مسئلہ نمبر 1۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ جواب قسم ہے۔ انسان سے مراد کافر ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: اس سے مراد کلدہ بن اسید ہے۔ اس تعبیر کی صورت میں یہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کے انکار کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ کیا گیا: انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ سے مراد اس کا اعتدال اور سیدھی قامت ہے؛ عام مفسرین کی یہی رائے ہے۔ اس کی تعبیر میں جتنے بھی قول کیے گئے ہیں سب سے اچھا یہی ہے کیونکہ ہر چیز کو اس حالت میں پیدا کیا گیا ہے کہ وہ منہ کے بل جھکا ہوا ہے جب کہ یہ سیدھا ہے اس کی فصیح و بلیغ زبان، ہاتھ اور انگلیاں ہیں جن کے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ ابو بکر بن طاہر نے کہا: معنی ہے عقل سے مزین، امر کو بجالانے والا، تمیز کے ساتھ ہدایت یافتہ، سیدھے قد والا اور اپنے کھانے کی چیز اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا ہے۔ ابن عربی کا قول ہے: انسان سے زیادہ حسین اللہ تعالیٰ کی کوئی مخلوق نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے زندہ، عالم،

قادر، ارادہ رکھنے والا، گفتگو کرنے والا، سننے والا، دیکھنے والا، تدبیر کرنے والا اور حکیم بنایا ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات ہیں۔ بعض علماء نے یہی تعبیر کی ہے اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں ہے: ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (1) یعنی انسان کو ان صفات پر پیدا کیا جن کا ذکر ہم نے پہلے کیا ہے ایک روایت میں علی صورۃ الرحمن کے الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ کی معین صورت کیسے ہو سکتی ہے پس صرف صفات ہی باقی رہ گئیں۔

ہمیں مبارک بن عبدالجبار ازدی نے خبر دی کہ ہمیں قاضی ابو القاسم علی بن ابی علی قاضی محسن نے اپنے باپ سے خبر دی کہ عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی اپنی بیوی سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا ایک دن اس نے اپنی بیوی سے کہا: اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہیں تو تجھے طلاقیں۔ اس کی بیوی اٹھی اور اس سے پردہ میں چلی گئی اور کہا: تو نے مجھے طلاق دے دی ہے۔ عیسیٰ نے بڑی مشکل سے رات گزاری جب صبح ہوئی تو وہ منصور خلیفہ کے گھر گیا اور تمام واقعہ بتایا اور منصور کے ساتھ بڑی آہ وزاری کی۔ منصور نے فقہاء کو بلایا اور ان سے فتویٰ طلب کیا جو بھی فقہاء موجود تھے سب نے کہا: اسے طلاق ہو چکی ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ کا ایک شاگرد خاموش تھا منصور خلیفہ نے اس سے پوچھا: تو کیوں خاموش ہے؟ اس نے اس سورت کی تلاوت کی اور کہا: اے امیر المومنین! انسان سب چیزوں سے زیادہ خوبصورت ہے کوئی چیز اس سے زیادہ خوبصورت نہیں۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ سے کہا: بات وہی ہے جو اس نے کہی اپنی بیوی کے پاس جا اور ابو جعفر نے اس کی بیوی کی طرف پیغام بھیجا اپنے خاوند کی اطاعت کر، اس کی نافرمانی نہ کر اس نے تجھے طلاق نہیں دی (2)۔

یہ واقعہ تیری راہنمائی کرتا ہے کہ انسان ظاہر و باطن کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے زیادہ حسین ہے شکل وصورت میں جمال ہے، عمدہ بناوٹ ہے، سر میں جو کچھ ہے، سینہ جن چیزوں کو جمع کیے ہوئے ہے، پیٹ جن چیزوں پر مشتمل ہے، شرمگاہ جن چیزوں کو لپیٹے ہوئے ہے، ہاتھ اور جن کو وہ پکڑے ہیں، پاؤں اور جن کو وہ اٹھائے ہوئے ہیں اسی وجہ سے فلاسفہ کا قول ہے کہ انسان عالم اصغر ہے کیونکہ مخلوقات میں جو کچھ ہے وہ سب ایک انسان میں جمع کر دیا گیا ہے۔

انسان کے اتنا حسین و جمال ہونے کے باوجود اس کو اسفل السافلین کی طرف لوٹانے کا سبب

مسئلہ نمبر 2۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ پھر ہم نے انسان کو حقیر ترین عمر کی طرف لوٹا دیا وہ جوانی کے بعد بڑھاپا، قوت کے بعد ضعف ہے یہاں تک کہ آدمی بچے کی طرح پہلی حالت میں چلا جاتا ہے؛ یہ ضحاک، کلبی اور دوسرے علماء نے کہا۔ ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے: اس کا معنی ہے پھر ہم نے کافر کو آگ کی طرف لوٹا دیا؛ یہ ابو العالیہ کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جب اللہ تعالیٰ نے اسے ان جلیل القدر صفات سے متصف کیا جن سے انسان مرکب ہے تو اس نے سرکشی کی یہاں تک کہ اس نے کہا: اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ (النازعات) میں تمہارا بڑا رب ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سے ان چیزوں کو جانا اور جب کہ بندہ اپنی جانب سے فیصلہ کر رہا ہے اسے اسفل سافلین کی طرف پھیر دیا اس طرح کہ اسے گندگی سے بھرا ہوا نجاست سے لتھڑا ہوا بنا دیا یہاں تک کہ جب وہ اپنے امر کو دیکھے گا تو وہ اپنی حیثیت کی طرف لوٹ

1۔ مسند امام احمد، حدیث نمبر 8171　2۔ احکام القرآن لابن العربی، جلد 4، صفحہ 1940

آئے گا۔ عبداللہ نے اسے اسفل السافلدین پڑھا ہے کہا: اسفل سافلدین جمع ہے کیونکہ انسان جمع کے معنی میں ہے اگر اسفل سافل ہوتا تو بھی جائز تھا کیونکہ انسان کا لفظ واحد ہے تو کہتا ہے: ھذا افضل قائم تو یہ نہیں کہتا: افضل قائمین کیونکہ تو ایک کے لیے ضمیر مضمر کر رہا ہے اگر ایک مضمر نہ ہوتو اس کا اسم واحد اور جمع دونوں کے ساتھ لوٹ سکتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (الزمر) جو سچ لایا اور جس نے تصدیق کی وہی متقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ (الشوریٰ: 48) بے شک ہم جب انسان کو اپنی جانب سے رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو وہ اس کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور اگر اسے مصیبت پہنچے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ کا معنی ہے ہم نے اسے گمراہی کی طرف لوٹا دیا جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر) انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے۔

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو انہیں گمراہی کی طرف نہیں لوٹایا جائے گا۔ جس نے یہ کہا کہ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ سے مراد آگ ہے اس کے نزدیک یہ مستثنیٰ متصل ہے اور جس نے کہا: اس سے مراد بڑھاپا ہے تو اس نے کہا: اس سے مراد مستثنیٰ منقطع ہے۔

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

''بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے''۔

ان کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان کی برائیاں مٹادی جائے گی؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہا: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں بڑھاپے نے آلیا تو بڑھاپے میں انہوں نے جو عمل کیے ان پر ان کا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

ضحاک نے ان سے یہ قول نقل کیا ہے: بندہ جب جوانی میں بہت زیادہ نمازیں پڑھتا ہے زیادہ روزے رکھتا ہے اور صدقات دیتا ہے پھر جوانی میں جو اعمال کیا کرتا تھا ان سے کمزور ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ان اعمال کا اجر دیتا رہتا ہے جو وہ جوانی میں کیا کرتا تھا (1) حدیث طیبہ میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إذا سافر العبدُ أو مَرِضَ كتب الله له مثل ما كان يعمل مقيما صحيحا (2) بندہ جب سفر کرتا ہے یا مریض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے حق میں وہی اعمال لکھتا رہتا ہے جو حالت اقامت اور حالت صحت میں عمل کیا کرتا تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد ہے نہ ان کی عقل خراب ہوتی ہے اور نہ وہ بوڑھے عاجز ہوتے ہیں جو عالم و عامل تھا اس کی عقل نہیں جاتی۔ عاصم احول نے عکرمہ سے روایت نقل کی ہے: جو آدمی قرآن حکیم پڑھتا ہے اسے ارذل عمر کی طرف نہیں لوٹایا جاتا حضرت ابن عمر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے فرمایا: طُوبیٰ لِمَنْ طَالَ عمرُہ و حَسُنَ عملُہ (3) اس آدمی کے لیے مبارک ہو جس کی عمر طویل ہوئی اور عمل اچھا ہوا۔ یہ روایت کی گئی ہے: بندہ مومن جب فوت

1۔ تفسیر طبری، جلد 24، صفحہ 518 2۔ مسند امام احمد، حدیث نمبر 19679 3۔ ایضاً، حدیث نمبر 17680

ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے دو فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ قیامت کے دن تک اس کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس مومن کے حق میں اجر لکھا جاتا رہے گا۔

ان خوش نصیبوں کے لیے عمل کے بغیر اجر ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا: ایسا اجر ہوگا جو ختم نہ ہوگا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ⑦

''پس کون جھٹلا سکتا ہے آپ کو اس کے بعد جزا و سزا کے معاملہ میں''۔

خطاب کافر کو ہے مقصود اسے شرمندہ کرنا اور الزام حجت ہے اے انسان! جب تو نے پہچان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے احسن تقویم میں پیدا کیا، وہ تجھے ارذل عمر کی طرف لوٹائے گا اور تجھے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل کرے گا تو وہ کون سی چیز ہے جو تجھے دوبارہ اٹھانے اور جزا کو جھٹلانے پر برانگیختہ کرتی ہے جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس بارے میں آگاہ کیا؟ ایک قول یہ کیا گیا تھا کہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنی یقین رکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو کچھ آیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ احکم الحاکمین ہے؛ یہی معنی قتادہ سے بھی منقول ہے۔ قتادہ اور فراء نے کہا: معنی ہے اے رسول! اس بیان کے بعد کون جزا کے بارے میں تجھے جھٹلاتا ہے؛ یہ طبری کا نقطہ نظر ہے۔ گویا فرمایا: کون اس پر قادر ہے یعنی انسان کو پیدا کرنے کی ہماری قوت کے ظاہر ہونے کے باوجود کون ثواب، عقاب، دین اور جزا کے بارے میں تجھے جھٹلائے۔ شاعر نے کہا:

دِنَّا تميما كما كانتْ أوائلُنا دانتْ أوائلَهمْ فى سالف الزمنِ

ہم نے تمیم کو بدلہ دیا جس طرح ہمارے آباؤ اجداد نے گزشتہ زمانہ میں ان کے آباء کو بدلہ دیا۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ⑧

''کیا نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑا حاکم''۔

اس نے جو بھی چیز پیدا کی اس کی صنعت میں کیا وہ سب سے محکم حاکم نہیں؟ ایک قول یہ کیا گیا: حق کا فیصلہ کرنے اور مخلوق میں عدل کرنے کے اعتبار سے احکم الحاکمین نہیں؟ اس میں کلام مقدر ہے کہ کفار میں سے جو صانع قدیم کا اعتراف کرتے ہیں ان کی طرف روئے سخن ہے استفہام کا ہمزہ جب حرف نفی پر داخل ہو جب کہ کلام میں آگاہی کا معنی موجود ہو تو وہ کلام مثبت ہو جاتی ہے جس طرح کہا: اَلستُمْ خيرَ مَنْ رَكِبَ المطايا جو لوگ سواریوں پر سوار ہوئے ان میں سے تم یقیناً بہترین ہو۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دونوں آیات آیت سیف سے منسوخ ہو گئی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ثابت ہیں کیونکہ دونوں کے درمیان منافات نہیں۔ حضرت ابن عباس اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہم جب یہ آیت اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ⑧ پڑھتے تو کہتے: بلی کیوں نہیں میں اس پر گواہ ہوں۔ تو یہ کہنا مستحب ہے: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: جو یہ سورت پڑھے تو کہے: بلى وأنا على ذلك من الشاهدين (1)۔

1۔ سنن ابی داؤد، باب مقدار الرکوع والسجود، حدیث نمبر 753، ضیاء القرآن پبلی کیشنز